

نوجوان شاعر کے نام خطوط



ترجمہ
رضی عابدی

رائٹر ماریہ رکے

نوجوان شاعر کے نام خطوط

MashalBooks.com

نوجوان شاعر کے نام خطوط

رائے زمر یہ رکے

ترجمہ

رضی عابدی

Rainer Maria Rilke : Letters to a Young Poet.

Copy right (c) 1934 by w.w Norton & Company, Inc.

Renewed 1962. Urdu traslation
published by permission.

(C) Urdu translation by Razi Abedi, copyrighted by

Mashal Foundation, Lahore.

فہرست

- (۱) تعارف
- (۲) پیش لفظ
- (۳) خطوط
- (۴) تشریحات

تعارف

”کوئی آپ کو مشورہ نہیں دے سکتا۔ کوئی آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اپنے اندر دیکھیں۔ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا چیز آپ کو لکھنے پر اسکاتی ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ کیا آپ کے دل کی گہرائیوں میں اس نے اپنی ہزاریں پھیلا دی ہیں۔ آپ ایمانداری کے ساتھ خود یہ سوال کریں کہ اگر آپ کو یہ سب لکھنے نہ دیا جاتا تو کیا آپ مر جاتے اور سب سے اہم بات ہی ہے کہ رات کے خاموش ترین لمحہ میں اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ کیا ضرور مجھے لکھنا چاہئے۔ سمجھیدہ جواب کے لیے اپنے دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں اور اگر جواب اثبات میں ہو۔ اگر اس سوال کا پاکا اور سیدھا سادھا جواب یہ ہو کہ مجھے لکھنا چاہئے تو پھر اس ضرورت کے تحت زندگی کوڑھائیں آپ کی زندگی معمولی اور اہم لمحات میں بھی اس ضرورت کا عکس ہوا اور اس کی شاہد ہو تو پھر فطرت کی طرف رخ کریں۔ کسی پہلے انسان کی طرح یہ کہنے کی کوشش کریں کہ کیا دیکھا ہے کیا حسوس کیا ہے کیا چاہا ہے کیا کھو یا ہے۔“
اپنے ایک عقیدت مند کے لئے یہ مشورہ اس شاعر کا ہے جو اس قدر ذہنی مذہب اور روحانی کرب سے گزر رہا تھا کہ لوگ اسے نفسیاتی میریض اور ایسا بخوبی الحواس شخص سمجھتے تھے جو اپنے خوابوں اور رواہموں کی دنیا میں اسیر تھا اور ہنسنے نہ اپنے لباس کی پراہ تھی نہ اپنے حلیہ کا خیال نہ گرد و پیش کا حساس اور جس کے متعلق عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ زندگی سے مایوس اور بدول ہو چکا تھا۔ لیکن یہ مشورہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ زندگی کو اور شعری کو کس قدر اہم سمجھتا

تھا اور ان کے متعلق وہ لکھنا سمجھیدہ تھا۔ خوش قسمتی سے رانڈنر ماری یہ رکھنے نے بہت بڑی تعداد میں خطوط لکھے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ابھی شائع بھی نہیں ہوئے ہیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان خطوط کی ہے جو خواتین کو لکھنے گئے اور وہ خطوط بھی ہیں جو نوآموز شاعروں کو مشورہ کے طور پر تحریر کیے گئے۔ فکاروں کے فن اور ان کی زندگی کو سمجھنے کے لیے ان کے خوبی خطوط بہت معاون ثابت ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان تحریروں میں کوئی فنی تقاضے نہیں ہوتے اور نہ ہی لکھنے وقت یہ احساس ذہن میں ہوتا ہے کہ ان پر تقیدی کی جائے گی بلکہ ان میں ایک قسم کی بے سانگی ہوتی ہے، ایک ایسا خلوص ہوتا ہے جو زیب داستان کا سہارا نہیں لیتا۔ ساتھ ہی ساتھ ان خطوط کے لکھنے والے کے معاشرتی فنی اور نظریاتی روحانات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ اس طرح ان تحریروں سے اس وقت عمومی سیاسی اور سماجی روپوں اور فنی تقاضوں سے بھی کافی حد تک واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے خطوط خصوصاً ایک شاعر کو سمجھنے میں بہت مدد دے سکتے ہیں جس کا نظریہ فن ہی یہ ہو کہ ”ذہنی تخلیق مادی وجود سے ہی اٹھتی ہے اور بالکل فطری ہوتی ہے۔ صرف اتنا ہے کہ یہ جسمانی خط کی زیادہ طفیل زیادہ وجہانی اور زیادہ دیپاً شکل ہے۔ رکھ اپنے دوڑ کا ایک ابھم شاعر ہے اور دیک رکھ کی شخصیت اتنی ہی ولچپ اور پبلودار ہے جتنی بارز ہی۔

رکھ ۱۹۲۶ء میں اس کی وفات سے اب تک اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کچھ نقادوں کے نزدیک رکھ کی شخصیت اتنی ہی ولچپ اور پبلودار ہے جتنی بارز ہی۔
اور کافکا کی ہی طرح زندگی کے معنے کو سمجھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اس کی تحریروں میں بھی معاشرتی جبر کا وہی احساس پایا جاتا ہے جو کافکا کے رد عمل میں نمایاں ہے۔ یہ وہی گھنٹنی جو آخر کار پہلی جگہ عظیم کی شکل میں پھوٹ پڑی اور جس نے بعد میں نازی فاشزم کی شکل اختیار کر لی۔ ایک طرح سے رکھ کی اپنی زندگی اس جبر کی علامت بن گئی اور جس طرح کاظم اس کے سماج پر مسلط تھا ایسے ہی ظلم سے خود اس کی اپنی زندگی بھی دوچار ہوئی جب اس کی اقتدار طبع کے خلاف اسے ایک ملٹری سکول میں داخل کرا دیا گیا جہاں اس نے پانچ سال سخت اذیت میں گزارے۔ اس اذیت کا خیال کر کے ہی وہ لرز جاتا تھا اور آخر مرتبہ وہ اس تینی کو اپنے ذہن سے نہ کمال سکا۔ چنانچہ ایک عجیب طرح کا خوف اس کے خیالوں میں منڈلا تھا۔ زندگی بھر اس نے اس نفیا تی اور معاشرتی جبر سے نبرداز ماہونے کی کوشش کی اور اس کی حقیقت کو جانے اور سمجھنے کی کاوش کی۔ اسے اندازہ تھا کہ ”ایک عجیب سادعِم تحفظ کا احساس۔ کسی ایسی چیز کے

لیے خود کو خود بینا جوان قابل بیان ہو، اسے تقریباً ہلاک کر دے گا۔ وہ محوس کرے گا جیسے گر رہا ہے اور یا خلاء میں پھیک دیا گیا ہے یادہ ہزاروں نکلوں میں بکھر گیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ان سب باتوں سے آگاہ کرنے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ اختراع کرے گا۔ چنانچہ وہ تنہا ہو جاتا ہے اس کے لیے تمام فاسطے، تمام اندازے بدال جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تہذیبیاں اچانک آتی ہیں۔ اور پھر اس انسان کی طرح جو پہاڑ کی چوٹی پر ہو، عجیب و غریب تصورات اور عجیب احساسات اس پر طاری ہوں گے جو ہر اندازے سے زیادہ ہوں گے۔

اس نے زندگی کے اس خوف کو سمجھ لیا تھا۔ پوری طرح جان لیا تھا۔ اس سے منٹنے کے لیا جس جرأت اور حس عزم کی ضرورت تھی اس کا بھی اسے احساس ہو گیا تھا۔

”انسان کی بزدی نے زندگی کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ وہ تجربات جنمیں“ بصیرت“ کا نام دیا جاتا ہے۔ پوری روحانی دنیا، موت اور وہ چیزیں جن کا ہم سے قریبی تعلق ہے۔ ہم نے انہیں ٹال کر اتنا اکھنا کر لیا ہے کہ وہ حواس جوان کا احاطہ کر سکتے تاکہ رہ ہو پچے ہیں۔ اللہ کی بات چھوڑ دیں۔ لیکن فرد کے وجود کو صرف نامعلوم کا خوف ہی بے معنی نہیں بنتا۔ ایک انسان کا دوسرے سے رشتہ بھی اس کی وجہ سے گھٹ کر رہ گیا ہے۔ جیسا کہ لاتا ہی امکانات کے دریا سے کلا ہوا ایک جزیرہ جہاں کچھ واقع نہیں ہوتا۔“

صرف لاتا ہی نہیں کہ ماحول میں گھٹن تھی اور سکول میں سخت فوجی ڈسپلن اور ایسی مشکل زندگی کے والدین کو بھی آخر کار اسے ملڑی سکول سے اٹھانا پڑا جس کی سختیاں اس کے نحیف ولا غر جسم کی برداشت سے باہر تھیں۔ گھر کا ماحول بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔ ماں کئڑ مذہبی خیالات کی سخت خورت تھی اور باپ کا انداز بہت تحسین نہیں تھا۔ پوں یہ جڑ، یہ دکھ اس کے مزاج کا حصہ بن گیا۔ لیکن ان خطوط کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دکھ اس کی تحقیقی قوت اور زندگی کی حرارت کو ٹھنڈرا نہ کر سکا۔ جتنا وہ جسمانی اور ذہنی طور پر حساس تھا تا ہی وہ جذبائی اور روحانی طور پر مضبوط تھا گو یہ صحیح ہے کہ تنہائی اور معاشرتی بیگانگی کے اس ماحول نے اس میں ایک طرح کی مادر ایسی کیفیت اور داخلیت پسندی بھی پیدا کر دی تھی جو ایسی ایسرو ڈسپلن کی صورت حال میں کوئی تجھ کی بات نہیں۔

خوش قسمتی سے اسے دو مرتبہ روں جانے کا اتفاق ہوا اور وہ اٹلی بھی گیا۔ ان سیاحتوں نے اس میں وسعت نظر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی طبیعت پر ایک خونگوار متوازن اثر بھی ڈالا۔ پھر سنگتراش روؤں سے اس کے قریبی تعلقات فنی اور نفسیاتی لحاظ سے اس کے لئے

بہت مفید ثابت ہوئے۔ اور اس کی شاعری میں بھی مجسموں کی سی ٹھوس اور ماورائی کی گفتگی۔ جس نے اس کی تحریروں میں ایک لطیف حمرانیز آنگ پیدا کیا۔ رکھنے زیادہ تر زندگی بے خانماؤں کی طرح گھومتے پھرتے گزاری۔ وہ یورپ میں تقریباً سب ہی جگہ گیا لیکن آسٹریا اور جرمی دوبارہ نہ لوٹا۔ البتہ بار بار پیرس آتا رہا گوا سے پیرس قطعی پسند نہ تھا۔ اس نے ایک خط لکھا

”میں زندگی کے متعلق آپ کی لطیف تشویش سے بہت متاثر ہوا۔ اس سے بھی زیادہ جو بھجے ہیرس میں محسوس ہوا جہاں بے انہما شور کی وجہ سے ہر چیز میں ارتقاش رہتا ہے اور آوازیں تیزی سے اٹھتی ہیں اور فوراً ہی خاموش ہو جاتی ہیں،“
اسی طرح روم سے اسے دھشت ہوتی تھی۔

”روم (اگر آپ ابھی اس سے مانوس نہیں ہیں) شروع کے چند دنوں میں بڑی اداکی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ کچھ عجائب گھروں سے بے جان ماحول کی وجہ سے کچھ ماضی کے اس بوجھ سے ہے بہت اہمیت دی جاتی ہے اور ہر یہی محنت سے برقرار رکھا جاتا ہے (ایک معمولی سے حال کا جس پر انحصار ہے) کچھ اہل علم اور ماہر لسانیات کی ان چیزوں کو کضورت سے زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے جن کو اٹلی میں آنے والا عام سیاح اپنالیتا ہے۔ ان تمام مُخ شدہ اور روپ زوال چیزوں کی وجہ سے جو حقیقت میں کسی گذرے ہوئے وقت کی باقیات سے زیادہ کچھ نہیں اور جن کا ہماری زندگی سے نکوئی تعلق ہے نہ ہو سکتا ہے۔ مخفی یہ ہفتاؤ۔ ہر روز ان چیزوں کے رعب کو محسوس کرتے ہوئے آپ خود سے کہتے ہیں ”نہیں“، یہاں دوسری جگہوں سے زیادہ حسن نہیں ہے اور یہ تمام چیزیں جو نسلوں سے لوگوں سے دادخیں حاصل کر رہی ہیں اور جنہیں کار مگروں کے ہاتھ جوڑتے اور بنا تے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن یہاں بہت حسن سے اور اس لئے کہ ہر جگہ بہت حسن ہے“

لیکن رکے، زندگی سے، اصل جیتی جا گئی مسلسل متحرک زندگی سے، پوری طرح وابستہ تھا، گر جے، مجتے، پارک، فوارے، پویلڈن اور خاص طور سے میرھیاں۔ مختلف زمانوں اور مختلف طرز کی میرھیاں۔ ان سب میں اس کے لئے زبردست کشش تھی۔ اس طرح ڈالن مچھلیوں، چیتوں، رنگ بر گئی چیزوں، پھولوں اور بچوں سے اسے دپچی تھی اور فقیر اور ناتینیا لوگ اسے اتنی طرف متوجہ کرتے تھے۔

رلک کی زندگی میں اتار چڑھا دیتے رہے۔ کبھی وہ بہت فعال ہو جاتا تھا اور کبھی
تلیقی سوتے خشک ہو جاتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم نے شروع شروع میں اسی کو چھبھوڑا اور یکدم
خیالات کی یعنی رسموں اور خطوں کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ لیکن جب اس نے بحیثیت ایک جنگی افسر
کے اس جنگ کو قریب سے دیکھا تو پھر اس میں ایک بد دلی ایک تسلی پیدا ہو گئی۔ وہ قلعوں اور
وادیوں میں گھوم پھر کر اس فنی تحریک کو زندہ کرتا رہا۔ رلک کے خطوط ان نفسیاتی تبدیلیوں کی بڑی
خوبصورت عکاسی کرتے ہیں۔ ان ہی وجہات کی بناء پر ان خطوط کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے
اور ان سے ایک اہم شاعر کے نفسیاتی اور فنی سفر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

رضی عابدی